بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

الحمد للہ قادیانی مسئلہ کا آئینی فیصلہ تو ہو گیا مگر عملاً قادیانیت اپنی ظاہری اور پس پردہ سرگرمیوں کے لحاظ سے اب تک ملّتِ اسلامیہ کے لئے ایک فتنہ بنا ہوا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی خطرہ صرف آئین میں دو چار ترمیموں سے ختم نہیں ہو سکتا۔ اور جیسا کہ ہمارے سوالنامہ کے جواب میں تمام اہل بصیرت نے بھی لکھا کہ آئین کے تمام قانونی اور ذیلی تقاضے پورے کئے بغیر آئینی ترمیم کے بعد قادیانیت مسلمانوں کے لئے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ کہ اب اسے آئینی تحفظ اور غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے پردہ میں ملّتِ مسلمہ کے خلاف اپنی تمام حسرتیں نکالنے کا موقعہ مل سکتا ہے۔ اب جب کہ خود قومی اسمبلی پر طویل غور و خوض اور مکمل بحث کے بعد قادیانیوں کی اسلام دشمنی اور مسلم دشمنی آشکارا ہو گئی، اور اسی چیز نے آئینی ترمیم پر اسمبلی کو متفق کر دیا تو یہ نہایت بے بصیرتی اور ناعاقبت اندیشی کی بات تھی کہ سانپ کو زخمی کر دینے کے بعد نہ صرف یہ کہ اسے کھلا چھوڑ دیا جائے بلکہ اُس کے زخموں کا اندمال کیا جائے دشمن کے عزائم، کردار، سرگرمیاں اور اسکی پوری تاریخ سامنے آجانے کے باوجود بھی اس کیساتھ ایسا سلوک، رواداری یا وسیع النظری نہیں بلکہ قومی و ملّی خودکشی یا ملک و ملّت سے غدّاری کہلائی جا سکتی ہے۔ اس لئے آئینی ترمیم کے فوراً بعد اُس کے تقاضے پورے کرنا چاہئے تھے۔ مگر ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود نہ تو اب تک ترمیم کے تحت قانون سازی کی گئی (جبکہ اسمبلی کے حالیہ اجلاس میں اس کام کی تکمیل کی توقع تھی۔) نہ قادیانی سرگرمیوں کے سلسلہ میں ملّت کے جذبات کا عملاً کوئی احترام کیا گیا مگر کریڈٹ اور ڈس کریڈٹ کے سوال کو بڑی اہمیّت دی گئی اور قائد عوام کے جلسے بھی محافظِ ختم نبوۃ زندہ باد کے نعروں سے گونجنے لگے مگر ختم نبوت کی حفاظت کیلئے عملاً اب تک کیا ہوا ہے۔؟

مرزائی ملک کے سول اور فوجی کلیدی مناصب پر نہ صرف یہ کہ فائز ہیں بلکہ سننے میں آتا ہے۔ کہ کئی اہم پوسٹوں پر انہیں مزید ترقی بھی دی گئی ہے۔ مرزائی ختم نبوت اور اسلام کے قطعی عقائد اصطلاحات اور شعائر کی کھلم کھلا توہین کر رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ تبلیغ اسلام کے نام پر۔ وہ صرف اپنے آپ کو سچا مسلمان کہلانے پر بضد ہیں۔ ان کے تمام لٹریچر، مجلات اور رسائل میں وہی زہریلا مواد چھپتا ہے جو ان کا وطیرہ ہے۔ مرزائیوں کا موجودہ امام مرزا ناصر اور پریس پوری قوم کی نمائندہ اسمبلی کے فیصلہ کو مسترد کر چکے ہیں۔ مگر حکومت اس کھلے بندوں بغاوت اور غدّاری کا کوئی نوٹس نہیں لے رہی۔ اندرون ملک

ان کی "تبلیغی سرگرمیوں" کا اندازہ ان کی تازہ ربوہ کانفرنس کے انتظامات اور وسیع تیاریوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ وہ عالمی سطح پر بشمول بھارت اپنے چیدہ افراد کو بلاوجہ جمع نہیں کر رہے۔ ان کے غور و فکر کا محور حالیہ آئینی فیصلہ کا ردعمل ہی ہو سکتا ہے۔ مگر حکومت قادیانیت کے بارہ میں اپنی سابقہ ڈگر پر چل رہی ہے اور اس حد تک الرجک ہے کہ ملک کی نمائندہ خود مختار اسمبلی میں بھی مرزائیت کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتی قومی اسمبلی کے موجودہ اجلاس میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے ربوہ کانفرنس پر تشویش ظاہر کی اور اسے تحریک التواء کے ذریعہ زیر بحث لانا چاہا تو "مفاد عامہ" کی اس جدوجہد کو مفاد عامہ کے خلاف قرار دیکر سختی سے اس بحث کو روکا گیا۔ مرزائی مسئلہ کے بارہ میں داخل کئے گئے سوالات جواب دیئے بغیر باہر ہی باہر سے مسترد کر دیئے گئے۔ صمدانی رپورٹ کو زیر بحث لانے کی تحریک بھی مسترد ہو گئی۔ رجسٹریشن کے سلسلہ میں بھی یہی حالت ہے۔ ووٹوں کا اندراج مکمل ہو چکا ہے۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ جاری ہو رہے ہیں۔ مگر ان تمام چیزوں سے آپ مسلم اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں کر سکتے۔ ربوہ عملاً ابتک قادیانی سٹیٹ کی راجدھانی ہے۔ سر ظفر اللہ ملک کے باہر اپنی حسرتیں نکالنے کے بعد اب ملک میں آکر اپنے ملک دشمن اور اسلام دشمن عزائم میں مصروف ہیں۔ بھارت سمیت کئی بیرونی ملکوں سے ان مکینوں کے نامہ و پیام کی خبریں آرہی ہیں۔ مرزائیوں کی فوجی اور نیم فوجی تنظیموں پر پابندی نہیں لگائی گئی۔

الغرض جب قادیانی مسئلہ جوں کا توں ہے تو معلوم نہیں حکومت کس منہ سے اسے اپنی اسلامی خدمات کا ایک کارنامہ قرار دے رہی ہے۔ اور جب حکومت کو مرزائی جماعت کی سرگرمیوں سے کوئی کھٹکا تک نہیں اور نہ عملاً اسکی ملک اور اسلام دشمنی کو تسلیم کرتی ہے تو پھر انہیں کاغذی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی ضرورت کیا تھی۔ کیا یہ صرف سستی شہرت کی خاطر ہوا۔ یا محض سواد اعظم کے وقتی جوش و خروش کو ٹھنڈا کر دینے کے لئے۔ یہ سب چیزیں مجلس عمل اور عام مسلمانوں کو دعوت فکر دے رہی ہیں۔ مجلس عمل بھی (اور کافی حد تک ایسا محسوس ہو رہا ہے) اگر یہ سمجھتی ہے کہ وہ یوم تشکر اور جشن فتح مناکر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکی ہے تو یہ اسکی بہت بڑی بھول ہوگی۔ خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجلس عمل کے جذبۂ اتحاد اور جوش و خروش میں کمی سے فتح کے نتائج شکست سے نہ بدل جائیں مجلس عمل کا ملک و بیرون ملک قادیانیت کے تعاقب اور قطعی استیصال کے بغیر مطمئن ہو جانا خدا اور اسکے رسول کی نظروں میں ناقابل معافی جرم ہوگا۔ حکومت کا بھی اس بارہ میں سرد رویہ پورے عالم اسلام کے لئے حیرت اور اضطراب کا موجب بن سکتا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ مجلس عمل نے اپنی ذمہ داری کا کچھ احساس کرتے ہوئے راولپنڈی میں منعقدہ اپنے حالیہ اجلاس میں ایک طرف اگر طویل غور و خوض کے

بعد اس صورتحال پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور ایک قرارداد کے ذریعہ اسمبلی میں اپنے نمائندہ ارکان کو مامور کیا کہ وہ یہ مسئلہ اعلیٰ سطح پر اٹھائیں۔ تو دوسری طرف مجلس عمل نے اپنے اجلاس سے جوش و عمل اور باہمی اتحاد برقرار رکھنے کا بھی ثبوت دیا۔ اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر مجلس عمل کی بقاء کتنی ضروری ہے۔؟ الحمدللہ کہ اس کا احساس مجلس عمل میں شامل جماعتوں کو بھی ہے اور کسی صاحب بصیرت کو اس سے اختلاف نہیں ہو سکتا۔ بہرحال قادیانی مسئلہ کے بارہ میں اب تک عملی صورتحال مجلس عمل اور عام مسلمانوں کو نگاہ میں رکھنی چاہیئے۔ اور حکومت کو بھی اب وہ تمام تقاضے جلد ہی پورے کر دینے چاہئیں۔ جو اس مسئلہ میں اللہ، رسول، اسلام، آئین، جمہوریت، اخلاق، سیاست اور عقل و خرد ہر لحاظ سے تقاضائے تکمیل کرتے ہیں۔

علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کی جدائی

ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے کہ علامہ یگانہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ملت اسلامیہ کو داغ مفارقت دے گئے جو اپنے تبحر علمی، وسعت مطالعہ، سادگی قناعت زہد و تقویٰ کے لحاظ سے اسلاف دیوبند کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھے، چلتا پھرتا علم اور زندہ کتب خانہ، علم اور کتابوں میں مسرور و مخمور۔ بات سے بات نکلتی اور عام فہم باتوں کا سرا بھی علم کے پیچیدہ عقدوں اور کلام و فلسفہ کے غوامض سے جا ملتا۔ اور پھر چٹکیوں میں ہر مسئلہ سلجھا بھی دیا جاتا۔ علم اور مطالعہ کی دنیا میں ان پر جذب و وارفتگی کی ایسی کیفیت طاری رہتی جس کی مثالیں ہمارے عروج علمی کے روشن ماضی میں مل سکتی ہیں۔ اور جو جہل و سطحیت کے اس طوفانی دور میں عنقا ہوتی جا رہی ہیں۔ علامہ کاندھلویؒ کی جدائی کے ماتم سے ابھی علمی اور دینی ایوان فارغ نہیں ہوئے تھے کہ علم و سیاست میں مولانا کاندھلویؒ کے مکتب فکر ہی کے ایک اور ممتاز بزرگ اور رہنما حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ العزیز کا بھی وصال ہو گیا۔ سیاسی نظریات اور طرز عمل میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن جو علم، دین اور عمل ہمارے اسلاف کا طغرۂ امتیاز ہے۔ اس سے کسی متعصب مخالف کا بھی انکار کرنا علم کی ناقدرشناسی ہے۔ علامہ عثمانی مرحوم بھی مطالعہ، تصنیف، درس و تدریس، وعظ و تبلیغ جذبۂ علم و عمل میں اپنے اسلاف کی روایات کے امین تھے اور نہایت ہی واجب الاحترام شخصیت برصغیر میں علم حدیث اور فقہ حنفی کی خدمت کرنے والے اکابر میں ان کا نام سرفہرست رہے گا۔ رہ گئیں ملکی خدمات اور قیام پاکستان کیلئے ان کی جدوجہد، تو جس جرنیل نے عمر بھر پاکستان کی خاطر پاپڑ بیلے تو کیا اپنوں سے بھی جھگڑا مول رکھا اور جس

باقی صفحہ ۵۶ پر